# 112511-اولاد میں سے صرف ایک بچے کو ہدیہ اور عطیہ دینے کی شروط

## سوال

میری مالی حالت اچھی ہے میرے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، اور سب بیٹے بھی الحمد للہ مالدار ہیں، صرف چھوٹا بیٹا تنگ دست ہے، جو دوکان وہ کرتا ہے اسے دینا چاہتا ہوں، اس سلسلہ اس کے سارے بھائیوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ابا جان آپ اپنی مرضی کریں جو چاہیں کریں، بلکہ ان شاء اللہ ہم اپنی جانب سے اس بھائی کی ماہانہ امداد بھی کریں گے.

اس طرح ہم نے اسے اس دوکان کا مالک بنا دیا، لیکن کچھ ایام کے بعد چھوٹے بھائی اور اس کی ایک بہن کے مابین بات چیت ہوئی اور وہ مجھے کہنے لگی: آپ کو اسے اس دوکان کا مالک بنانے کا حق نہیں تھا، اور یہ ظلم ہے.

لیکن اس کے بعد بچی نے اس پر نادم ہوتے ہوئے معذرت بھی کرلی، برائے مہربانی آپ مجھے شافی اور کافی جواب عنایت فرمائیں میں اس معاملہ میں بہت پریشان ہوں، کیا میں بیٹے کی ملکیت میں ہی وہ سپر مارکیٹ رہنے دوں یا کہ اس سے واپس لے لوں تا کہ اپنے دوسرے بیٹوں پر ظلم نہ کر بیٹھوں؟

## پسندیدہ جواب

والد کو چاہیے کہ عطیہ اور تحفہ دینے میں ساری اولاد میں برابری کرے، باپ کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی ایک بیٹے کو دے اور دوسروں کو محروم رکھے، اولاد کے مابین عدل و انصاف یہ ہے کہ سب میں برابری کی جائے، اور لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر دیا جائے.

اسکا تفصیلی بیان سوال نمبر (22169) کے جواب میں گزر چکا ہے آپ اس کا مطالعہ کریں.

اگر باپ اولاد میں سے کسی ایک کو کوئی گاڑی یا دوکان وغیرہ دیتا ہے تو پھر باقی عقل و رشد رکھنے والی باقی اولاد کی رضامندی ہونا ضروری ہے، لیکن ابھی جنہیں عقل و رشد نہیں انہیں ان کے بھائی جتنا جتنا ضروری ہے.

اور باقی اولاد کی رضامندی ان کی مرضی اور خوشی سے ہونا کہ انہیں راضی ہونے پر مجبور کیا جائے، یعنی وہ حقیقتاً خوش ہو کر اجازت دیں، اس لیے والد کو انہیں راضی ہونے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے، یا ڈرا نا دھمکا کر یا تنگ کر کے راضی نہیں کرنا چاہیے.

اور اگر انہیں مجبور کر کے راضی کیا گیا ہو یا پھر وہ شرم کرتے ہوئے موافقت کرلیں تو بھی والد کے لیے اس بھائی کو کچھ دینا حلال نہیں ہوگا.

اس بنا پر اگر آپ کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں کی رضامندی ثابت ہو کہ آپ اپنے تنگ دست بیٹے کو عطیہ دے لیں تو پھر اس عطیہ دینے میں کوئی حرج نہیں، اور اسے دوسروں سے افضل کرنے میں کوئی مانع نہیں ہوگا.

اگر جس بیٹی نے اعتراض کیا اور پھر معذرت کرلی وہ اپنی مرضی اور دل سے راضی ہوئی ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر وہ شرم کرتے ہوئے یا پھر خاندانی مشکلات سے بچنے کے لیے خاموش اور راضی ہوئی ہے تو پھر اسکا حق ساقط نہیں ہوگا، بلکہ آپ کے لیے واجب اور ضروری ہے کہ جتنا بیٹے کو دیا ہے اس سے نصف اس بیٹی کو دیں.

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا :

ایک شخص کے چار بیٹے جن میں سے ایک شادی شدہ اور ملازم ہے اور اس کے پانچ بچے بھی ہیں، والد کے پاس جو مال ہے اس میں سے کچھ بیٹے کی تنخواہ سے بچا ہوا بھی ہے، یہ علم میں رہے کہ یہی بیٹا اپنے بیوی بچوں اور والدین اور بھائیوں کا بھی خرچ اٹھاتا ہے؛ کیونکہ سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، اب والد چاہتا ہے کہ مال کا پانچواں حصہ اس مذکورہ بیٹے کو اس کے کام کاج اور آمدنی خرچ کرنے کے صلہ میں دے دے کیا ایسا کرنا صحیح ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا فرمان ثابت ہے :

"اللہ کا تقوی اختیار کرتے ہوئے اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف کرو"

متفق علیہ.

لہذا علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق والد کے لیے اولاد میں سے کسی ایک کو خاص کرنا جائز نہیں؛ لیکن اگر مکلف اور رشد والی اولاد راضی و خوشی اجازت دیں تو ایسا کر سکتا ہے.

اگر والد چاہے تو وہ اس بیٹے کی تنخواہ میں سے جو اپنے پاس رکھتا ہے وہ اسے آئندہ مستقبل میں قرض بنا لے یا اپنے پاس امانت رکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں.

اور اسے چاہیے کہ وہ اسے کسی اسٹام وغیرہ میں درج کر دے تا کہ بیٹے کا حق محفوظ رہے، اور وہ اسے کچھ دے گا بھی نہیں بلکہ اس نے بیٹے کا پیسہ اپنے پاس محفوظ رکھا ہے " انتہی

دیکھیں : فتاوی الشیخ ابن باز (20/49-50).

شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا :

کیا میرے لیے صرف کسی ایک بیٹے کو عطیہ دینا جائز ہے کیونکہ باقی بیٹے مالدار ہیں ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

آپ کو حق حاصل نہیں کہ کسی بیٹی یا بیٹے کو کوئی چیز دینے کے لیے خاص کریں، اور باقی اولاد کو نہ دیں، بلکہ آپ ان کے مابین وراثت کے حساب سے عدل کریں، یا پھر کسی کو بھی مت دیں.

کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

" تم اللہ سبحانہ و تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف کرو"

متفق علیہ.

لیکن اگر اولاد کسی ایک کو خاص کرنے پر راضی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ جب راضی ہونے والے بالغ اور رشد رکھتے ہوں، اور اسی طرح اگر آپ کی اولاد میں کوئی کوتاہی کرنے والا ہو، کسی عذر اور بیماری کی بنا پر کمائی کرنے سے عاجز ہو، یا پھر کمائی میں کوئی علت مانع ہو، اور اس بچے کا باپ نہ ہو اور نہ ہی کوئی بھائی جو اس کا خرچ برداشت کرے، اور اس بچے کو گورنمنٹ کی جانب سے بھی کوئی الاؤنس نہ ملتا ہو جو اس کی ضروریات پوری کر سکے تو آپ کے لیے اس پر بقدر ضرورت خرچ کرنا واجب ہے، لیکن حتی کہ اللہ تعالی اسے غنی و مالدار کر دے" انتہی

دیکھیں: فتاوی الشیخ ابن باز(20/50-51).

اور شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا:

میرے والد صاحب کی ملکیت میں ایک پرانا گھر اچھی لوکیشن پر واقع ہے، والد صاحب اسے میرے سگے بھائی کے نام کروانا چاہتے ہیں، میں ایسا کرنے پر راضی ہوں، لیکن میری بہنیں بھی ہیں، جب میں نے والد صاحب سے ان کے حصہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا آپ اس سے پریشان مت ہوں! میں نے ان سے اجازت لے لی ہے.

لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں بہنوں نے والد صاحب سے شرما کر موافقت نہ کی ہو، برائے مہربانی اس سلسلہ میں ہمیں شرعی حکم سے مطلع کریں؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" والد کے لیے اولاد کے مابین لڑکے اور لڑکیوں میں وراثت کے حساب سے عدل و انصاف کرنا واجب ہے، اور اس کے لیے کسی ایک بیٹے یا بیٹی کو دوسروں کی رضامندی کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں، اگر باقی عاقل و بالغ اور رشد رکھتے ہوئے والد کے خوف کے بغیر اپنی مرضی سے اجازت دیں تو پھر جائز ہے، اس میں والد کی دھمکی بھی شامل نہ ہو، اور نہ ہی والد کا خوف شامل ہو.

ہر حالت میں کسی ایک کو افضل اور بہتر قرار دینا ہی بہتر اور اچھا ہے، اور دلوں کے لیے بھی تسکین کا باعث ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اللہ کا تقوی و ڈر اختیار کرتے ہوئے اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف سے کام لو"

متفق علیہ. انتہی

دیکھیں: فتاوی الشیخ ابن باز(9/452) اور(20/51-52).

اس لیے اگر آپ کا یہ بیٹا مالی ضرورتمند ہے تو آپ کے لیے اس کے نان و نفقہ میں معاونت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کے لیے آپ باقی اولاد سے اجازت کے محتاج نہیں، اور نہ ہی ان کی رضامندی درکار ہے، کیونکہ عدل یہی ہے کہ اولاد میں سے جو ضرورتمند اور محتاج ہو اس پر خرچ کیا جائے.

اس کی تفصیل آپ سوال نمبر(10332) اور(83984) کے جوابات میں دیکھ سکتے ہیں.

واللہ اعلم.